اشاعت خاص صد سالہ عرس امام احمد رضا خان

سر تاج الفقہا
امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تحقیق

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی مظہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ (سندھ)

بانی
شیخ القرآن والحدیث پاسبان مسلک رضا
علامہ مولانا پیر طریقت الحاج ابو محمد محمد عبدالرشید رضوی قادری
آستانہ عالیہ سمندری شریف

باہتمام
محمد شرافت علی قادری رضوی

رضا اسلامک ریسرچ سنٹر سمندری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشاعت خاص صد سالہ عرس امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سرتاج الفقہاء

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تحقیق

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی مظہری رحمۃ اللہ علیہ

سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ (سندھ)

بیاد

اُستاذ العلماء شیخ الحدیث

پیر ابو محمد محمد عبد الرشید قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

تصویر نائب محدث اعظم پاکستان

صاحبزادہ پیر ابو الحسن محمد غوث رضوی صاحب

سجادہ نشین آستانہ عالیہ سمندری شریف (پاکستان)

اہتمام

محمد شرافت علی قادری رضوی

مہتمم: جامعہ حنفیہ کرول سمندری (پاکستان)

نام کتاب سرتاجُ الفُقہاء (امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

مصنف ...... پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مُجدّدی مظہری رحمۃ اللہ علیہ

پسند فرمودہ ...... جانشین نائب محدثِ اعظم صاحبزادہ محمد غوث رضوی

خصوصی تعاون علامہ محمد راشد قادری رضوی

بااہتمام محمد شرافت علی قادری رضوی 0344-8672550

چیئر مین رشد الایمان فاؤنڈیشن سمندری

کتابت محمد اسد ریاض

تعداد ۱۱۰۰

پرنٹرز سبحان کمپیوٹرز اینڈ پرنٹرز فیصل آباد 0301-7008928

ناشر رشد الایمان فاؤنڈیشن سمندری (پاکستان)

ملنے کے پتے

...... جامعہ حنفیہ ۴۳۷ کرول گ۔ب سمندری (پاکستان)
فون نمبر: 0344-8672550

...... ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل ۲۵ جاپان منشن ریگل صدر رضا چوک کراچی (پاکستان) 021-32725150

خصوصی تعاون

انتظامیہ جامع مسجد نور مدینہ

۴۳۸ گ۔ب برٹھ (سمندری)

نوٹ: اِس کتاب کی پروف ریڈنگ انتہائی احتیاط سے کی گئی ہے اگر پھر بھی کوئی لفظی غلطی نظر آئے تو اطلاع فرما کا شکریہ کا موقعہ دیں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اُس کی تصحیح کی جا سکے۔ (ادارہ)

باسمہٖ تعالیٰ

ابتدائیہ

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۸۵۶ / ۱۹۲۱ء) اپنے عہد کے عظیم محدث و فقیہہ تھے۔آپ نے اُنیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں مسلک جمہور کا احیاء کیااور سوادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کی لاج رکھ لی۔حرمینؔ شریفین، پاک و ہندؔ اور بلادِؔ اسلامیہ کے بکثرت علماء وفضلاء نے آپ کی ہمہ گیر عِلمیّت و بصیرت اور بے مثال دینی و مِلّی خدمات کا اعتراف کیا ہے، پاک و ہند کے دورِ آخر کے مُفتیوں میں مُفتیٔ اعظم شاہ محمد مظہراللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (خطیب و امام مسجد جامع فتحپوری، دہلی) اور مُفتی محمد کفایت اللہ دہلوی (صدر مدرسہ امینیہ، دہلی) بھی امام احمد رضا کے تبحرّ اور وسعتِ علمی کے مُعترف تھے۔مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی نے فرمایا:

''اس میں کلام نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا علم بہت وسیع تھا۔''

(ہفت روزہ ''ہجوم'' نئی دہلی، امام احمد رضا نمبر، ۲ دسمبر ۱۹۸۸ء، ص ۶، ک ۴)

مغربی ممالک میں ہالینڈ کی قدیم اور مشہور جامعہ، لائڈن یونیورسٹی کے شعبۂ علومِ اِسلامیہ کے سن رسیدہ اور جہاں دیدہ پروفیسر، ڈاکٹر جے۔ایم۔ایس۔ بَلیاَن کو جب امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں لکھا گیا تو وہ حیران رہ گئے کیوں کہ علومِ اسلامیہ کے استاد ہونے کے باوجود امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام تک سے بے خبر تھے لیکن جب انہوں نے فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیا تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تبحرِ علمی کا برملا اعتراف کیا اور بین الاقوامی کانفرنسوں میں پیش کئے جانے والے اپنے مقالات میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر کیا۔ چنانچہ ہائیڈل برگ یونیورسٹی (مغربی جرمنی) اور بڈاپسٹ (ہنگری) کی بین الاقوامی کانفرنسوں میں موصوف نے جو مقالات پیش کئے ان میں فتاویٰ رضویہ کے متعدد حوالے موجود ہیں۔فتاویٰ رضویہ پر پروفیسر مجیداللہ قادری (کراچی یونیورسٹی، کراچی) نے بہت مفید کام کیا ہے۔ انہوں نے ایک مستقل مقالے میں فتاویٰ رضویہ کا موضوعاتی جائزہ پیش کیا ہے۔ یہ مقالہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی نے ۱۹۸۸ء میں شائع کر دیا ہے۔ایک اور اہم کام جامعہ نظامیہ، لاہور کے مہتمم مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کر رہے ہیں۔ وہ فتاویٰ رضویہ کے ترجمہ وتخریج کا کام کروا رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ فقہ اسلامی کا ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا ہے، اس پر تحقیق کے لئے محققین اور ماہرین علومِ وفنون کی ضرورت ہے جو ایک اکیڈمی میں بیٹھ کر اس اہم کام کر انجام دیں۔ فتاویٰ رضویہ کی عبارات کے ترجمے اور حوالوں کی تفصیلات کے علاوہ جن کتب و رسائل اور اماکن و رجال کا فتاویٰ رضویہ میں

ذکر کیا گیا ہے ان کے متعلق علمی، سوانحی، تاریخی و سیاسی اور معاشی و معاشرتی پس منظر کا بھی جائزہ لیا جائے۔ جن علوم و فنون میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مہارت حاصل تھی اُن میں علم فقہ خاص امتیاز رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد عُلما و فُضلاء اور دانشوروں نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فقاہت کو موضوعِ سُخن بنایا ہے اور علمی مقالات و مضامین لکھے ہیں۔ مثلاً یہ حضرات:

علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی، مفتی وقار الدین قادری، علامہ شمس بریلوی، جسٹس ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری، مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہجہان پوری، مولانا غلام رسول سعیدی، مولانا عبدالحکیم شرف قادری، مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی، مولانا محمد علی محمد رضا قادری، مولانا عبد القدوس مصباحی، مولانا عطاء المصطفیٰ قادری، مولانا محمد شجاع الدین رتوی، سید انور علی ایڈووکیٹ، پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش، پروفیسر محمد فاروق قادری۔ پروفیسر حافظ محمد شکیل اوج، میاں عبدالرشید وغیرہ وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم۔ اور ڈاکٹر حسن رضا خاں نے تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فقاہت پر پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) سے ڈاکٹریٹ کیا ہے لیکن اس کے باوجود امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فقاہت کے متعدد گوشے ہنوز تشنۂ تحقیق ہیں، پیشِ نظر مقالہ بھی امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فقاہت سے متعلق ہے۔

یہ مقالہ آج سے پانچ برس قبل ۱۹۸۳ء میں لکھا گیا تھا۔ اس میں مندرجہ تمام حقائق کا تعلق پانچ سال قبل کی معلومات سے ہے۔ یہ مقالہ پہلے ادارۂ تصنیفات امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، کراچی نے ۱۹۸۴ء میں ڈاکٹر حسن رضا خاں کے مقالے فقیہِ اسلام کے ساتھ بطور افتتاحیہ شائع کیا پھر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، کراچی نے اسی سال اپنے سالنامہ معارفِ رضا میں شائع کیا۔ اس کے بعد مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور نے کتابی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ خیال تھا کہ نظر ثانی کر کے اس میں ضروری اضافے کر دیئے جائیں کیوں کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے متعلق معلومات میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے، دُنیا کے چار بڑا عظموں میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر کام ہو رہا ہے اور نئے نئے حقائق سامنے آرہے ہیں۔ لیکن عدیم الفُرصتی کی وجہ سے ماسوائے ایک دو اضافوں کے کوئی خاص اضافہ نہ کیا جا سکا اور یہ کام آئندہ کے لئے اٹھا رکھا گیا، بہر حال اب برادرم جناب عبدالستار طاہر زید مجدہ، (سیکرٹری مرکزی مجلس امامِ اعظم، لاہور) اس مقالہ کو پہلی بار کتابی صورت میں شائع کر رہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ موصوف کو اور سرپرست مجلس علامہ محمد عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری مظہری زید عِنایتہٗ، نیز تمام اراکین و معاونین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

۶ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ

احقر: محمد مسعود احمد

پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ (سندھ) ۱۳ فروری ۱۹۸۹ء

سرتاجُ الفقہاء

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) عہدِ جدید کے عظیم عبقری شخصیت تھے، جس پر اُن کی علمی تخلیقات وتحقیقات شاہد اور زمانہ خود گواہ ہے۔ زمانے نے اُن کو جانچا، پرکھا اور پھر آفتاب، ماہتاب بنا دیا۔ اُن کی روشنی دور دور پھیلی۔ اُن کی آواز دوُر دوُر پہنچی۔ علمائے عرب نے اُن کے فضل وکمال کی کھلے دل سے داد دی اور خوب سراہا۔ چنانچہ شیخ عبد الرحمٰن دھان مکیؒ فرماتے ہیں:۔

الذی شهد له علماء البلد الحرام بانه السید افرد الامام[1]

ترجمہ: ''وہ جس کے متعلق مکہ معظّمہ کے علماء کرام گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سرداروں میں یکتا ویگانہ ہے۔''

اور شیخ عبداللہ نابلسی مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وهو لنا درة هذا الزمان و غرة هذا الدهر و الاوان

''سید الشیوخ والفضلاء الکرام یتیمۃ الدھوا بلاتوان۔''[2]

ترجمہ: ''وہ نادر روزگار، اس وقت اور اس زمانے کا نور۔ معزز مشائخ اور فضلاء کا سردار بِلا تامل وہ زمانے کا گوہرِ یکتا۔''

شیخ محمد عارف بن محی الدین ابنِ احمد فرماتے ہیں:۔

فکلامه.........یدلّ علی کمال علمه[3]

ترجمہ: ''ان کا کلام ان کے کمالِ علم پر دلالت کرتا ہے۔''

اور دمشق ہی کے علامہ شیخ محمد القاسمی تحریر فرماتے ہیں۔

جامع للکمالات و الفضائل من الخط دون شرفه کل متطاول نانه بن الفضل و ابوه و المدعی لفضله اعدائوه محبوه مقداره فی العلم جلیل و مثله فی الانام قلیل[4]

---

[1] احمد رضا خاں: حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ص ۸۳

[2] احمد رضاں خاں، الدولۃ المکیہ، مطبوعہ کراچی، ص-۹۶۹۴

[3] محمد مسعود احمد: امام احمد رضا اور عالمِ اسلام، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء، ص ۱۳۷

[4] ایضاً ص ۱۳۹

ترجمہ: ''فضائل وکمالات کے ایسے جامع ہیں جن کے سامنے بڑے سے بڑا ہیچ ہے، وہ فضل کے باپ اور بیٹے ہیں۔ اُن کی فضلیت کا یقین دُشمن دوست دونوں کو ہے، اُن کا علمی مقام بہت بلند ہے، اُن کی مثال لوگوں میں بہت کم ہے۔''

پاک و ہند کے فُضلاء و محققین میں اُن کی دھوم ہے۔ چنانچہ پاکستان کے مشہور محقق و دانشور پروفیسر ڈاکٹر مصطفیٰ خاں صاحب (سابق صدر شعبہ اُردو، سندھ یونیورسٹی، حیدر آباد، سندھ) فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دور کے بے مثال علماء میں شمار ہوتے ہیں، اُن کے فضل وکمال، ذہانت و فطانت، طباعی و درّاکی کے سامنے بڑے بڑے علماء فضلاء، یونیورسٹیوں کے اساتذہ، محققین اور مستشرقین نظروں میں نہیں جچتے۔[۱]

۱۹۲۱ء میں جب امام احمد رضا کا وصال ہوا تو لاہور کے پیسہ اخبار نے اپنے داراریہ میں ایک تعزیتی نوٹ لکھا جس کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پاک و ہند میں امام احمد رضا کا بڑا چرچا تھا اور اُن کے فضل وکمال کے سب قائل تھے، اداریہ نگار لکھتا ہے۔[۲]

آپ ہندوستان میں علومِ اسلامیہ دینیہّ کے آفتاب تھے، بڑے فاضل اور متجر وجیدّ بعید عالم آپ کی وفات سے ہندوستان کی ایک ایسی برگزیدہ ہستی اُٹھ گئی جس کی خالی جگہ پُر کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔[۳]

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فضل وکمال کے ساتھ ساتھ ان کی وسعت علم کے بھی فضلاء و دانشور قائل نظر آتے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر۔ ڈی قریشی (نیو کاسل یونیورسٹی۔ انگلستان) لکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے وسیع اور عمیق علم کے طفیل اپنی ذات میں ایک اسلامی یونیورسٹی کی بلندیاں جمع کر لی ہیں۔[۴] (انگریزی ترجمہ)

اور پروفیسر ایس۔ ٹی۔ علی نقوی (صدر شعبہء کیمیا۔ گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ، لکھتے ہیں:

''وہ اپنے عہد کے عظیم فقیہہ اور مصنف تھے، ان کا علم وسیع اور بُوقلموں تھا۔''

وہ ۵۰ علوم وفنون پر مہارت تامہّ رکھتے تھے۔[۵] (انگریزی ترجمہ)

عہدِ جدید کے مشہور ومعروف مصنف مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

---

[۱] محمد مرید احمد: جہانِ رضا، مطبوعہ لاہور، ص ۱۸۸

[۲] محمد مرید احمد: جہانِ رضا، مطبوعہ لاہور، ص ۱۸۸

[۳] پیسہ اخبار (لاہور) شمارہ ۲ نومبر ۱۹۲۱ء، اداریہ

[۴] پیغام برائے مجلس رضا، مانچسٹر، انگلستان محررہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۱ء

[۵] الہاشم (ٹھٹھہ سندھ) شمارہ ۱۹۸۳ء۔ ص ۱۵

مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے۔
فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور اُن کی اس فضلیت کا اعتراف اُن لوگوں کو بھی ہے جو اُن سے اختلاف رکھتے ہیں۔[1] پاکستان کے ایک سن رسیدہ، صحافی و قلمکار میاں عبدالرشید اپنی انگریزی کتاب ''پاک و ہند میں اسلام'' (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء) میں لکھتے ہیں:۔

حضرت احمد رضا خان بریلوی برصغیر کی چند غیر معمولی شخصیات میں سے ایک تھے۔ وہ ہمہ گیر عبقری، نہایت ذہین اور متقی اور فقہ اسلامی کے ماہر اُن کا علم ہمہ گیر تھا۔[2] (ترجمہ انگریزی)

بلا شبہ امام احمد رضا اپنے عہد کے ایک عظیم فقیہہ تھے۔ طبقاتِ فُقہاء میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جو مقام حاصل ہے وہ اُن کے معاصرین میں کسی کو حاصل نہیں تھا۔ فقیہہ کا ایک امتیازِ خاص یہ ہے کہ اُس کو آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہؐ پر کامل عبور ہو۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قوتِ حافظہ قرنِ اوّل کی یاد دلاتی ہے، وہ خود حافظِ قرآن تھے اور معانی و مفاہیم سے آشنا، اُن کا فکر و خیال آیات و احادیث سے آباد تھا۔ حدیث میں اُن کے مقام کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خود علمائے عرب اُن کی شان میں یہ اظہار فرما رہے ہیں:۔

کیف لا و هو امام المحدثین

ترجمہ: ''کیوں نہیں، وہ تو محدثین کے امام ہیں۔''

اور ڈاکٹر سیّد محمد عبد الرشید (چیئر مین شعبہء دائرۃ المعارف الاسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور) نے امام احمد رضا کو ''عبقری فقیہہ'' ''صاحبِ نظر مفسّر قرآن'' اور ''عظیم محدّث'' قرار دیا ہے۔[3]

سجّادہ نشین مارہرہ شریف (بھارت) حضرت حسن میاں مدّظلہ العالی ۲۸ جوالائی ۱۹۸۴ء کو راقم کے غریب خانے پر تشریف لائے اور دیر تک علمی گفتگو فرماتے رہے۔ اثنائے گفتگو میں فرمایا:۔

'' حضرت شاہ اولاد رسول مارہروی، اعلیٰ حضرت کے لئے فرماتے تھے کہ وہ ''فقیہہ النفس'' تھے، اُن کے الفاظ اپنی جگہ ایسے تھے جیسے میخ''

حضرت شاہ اولاد رسول، امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معاصر تھے، صاحبِ علم و فضل اور ۳۰ کتابوں کے مصنف، ۱۳۲۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ مولانا ابو الحسن علی ندوی، امام احمد

---

[1] عبد النبی کوکب: مقالات یوم رضا، ج ۳ ص ۶۰، مکتوب محررہ ۲۸ مئی ۱۹۶۸ء
[2] شیخ محمد یٰسین احمد الخیاری مدنی بحوالہ رسائل رضویہ ج ۲، ص ۱۴۸، مطبوعہ لاہور
[3] محمد مقبول احمد قادری: پیغاماتِ یوم رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء، ص ۳۵

رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہم خیال نہ ہوتے ہوئے بھی یہ اظہارِ خیال فرماتے ہیں:۔

''جزئیات فقہ پر جو اُن کو عبور حاصل تھا، اُن کے زمانے میں اُس کی نظیر نہیں ملتی۔''[1]

اور جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب (جج سپریم کورٹ آف پاکستان شریعت بنچ) فرماتے ہیں: ''علوم دینیہّ، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ میں آپ کو جو عدیم النظیر مہارت حاصل تھی اس میں تو کسی کو کلام نہیں۔''[2]

۲

اس میں شک نہیں کہ بحیثیت فقیہہ امام احمد رضا جامع فضائل و کمالات تھے۔

وہ حق پسند بھی تھے، عدل گُستر بھی اور حق گو بھی، وہ امین بھی تھے، مخلص بھی، زاہد و عابد بھی اور متقی بھی، وہ معقولیّت پسند بھی تھے اور بلند خیال بھی، وہ بے ریا اور بے نفس تھے، ایسے صداقت شعار کہ قول و فعل میں اصلاً تضاد نہیں، وہ باعزت تھے، باوقار تھے، ضدی اور ہٹ دھرم نہ تھے، جو کہتے اُس پر عمل کر کے دکھاتے، بیباک و گستاخ اور خودسر و مغرور نہ تھے، زمانے کے نبض شناس تھے اور علوم و فنون کے ماہر، دوست کی دوستی اور دشمن کی دُشمنی سے بے نیاز، وہ ہشیار تھے بے خبر نہ تھے، اُن کی نظر ہمہ گیر تھی، اور اُن کا قلم جاں نواز، وہ صاحب بصیرت تھے، اُن کی نظر پس منظر اور پیش منظر پر بھی رہتی تھی، بندگانِ خدا کو مشکل میں نہیں ڈالتے تھے، اُن کے خدا اور رسول نے جو سہولتیں اُن کو دیں اُن کا خیال رکھتے، وہ زمانے کی حرکی قوّت سے آگاہ تھے، تہذیبوں اور تمدّنوں کے اُتار چڑھاؤ اور رسم و رواج کے نشیب و فراز سے واقف تھے، اُن کا دماغ روشن، اُن کا دل مُنوّر تھا، کُتب حدیث و فقہ پر گہری نظر تھی، اہم مسائلِ شرعیہ مع دلائلِ شرعیہ مستحضر تھے۔

وہ تصنیف کے ساتھ ساتھ، مصنف کے مقام و مرتبے سے بھی آگاہ تھے، اُن کو زبان و بیان پر حیرت انگیز قدرت تھی، عربی، فارسی اور اُردو میں بے تکان لکھتے چلے جاتے، اُن کی فقہی نگارشات میں بکثرت ادب پارے ملتے ہیں، انہوں نے تحقیق، تدقیق کا وہ اعلیٰ معیار قائم کیا کہ دورِ جدید میں جس کی نظیر نہیں ملتی، اُن کی طنزیات میں بھی ابتذال نہیں، وہ اپنے قاری کو پہچانتے ہیں اور اُس کو مطمئن کر کے چھوڑتے ہیں، وہ اپنے قاری کو کسی اُلجھن میں مبتلا نہیں کرتے، مطالب و معانی خود اُن کے ذہن میں صاف ہوتے ہیں، وہ بڑی صفائی سے اپنی باتیں صاف صاف بتاتے چلے جاتے ہیں جو دل میں اُترتی چلی جاتی ہیں، وہ دلائل و شواہد کے اتنے انبار لگا

---

[1] ابو الحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر، مطبوعہ حیدر آباد دکن، ج ۸، ص ۴۱ ۲۔

[2] عبد النبی کوکب: مقالاتِ یوم رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء، ج ۲ ص ۲۹

دیتے ہیں کہ قاری کا فکر وخیال پیاسا نہیں رہتا بلکہ ایسا سیر ہو جاتا ہے کہ پھر کبھی پیاس ہی نہیں لگتی، اُن کی تحقیقات مبالغہ آرائی اور حشو وزوائد سے پاک ہیں، اُن کے اسلوبِ بیان میں قطعیّت ہے، اُن کو اپنے حافظہ پر پورا بھروسہ ہے، وہ متن کی صحت کا خاص خیال رکھتے ہیں، معاصر شہادتوں کو چھان پھٹک کر قبول کرتے ہیں، علوم وفنون کی مصطلحات سے پوری طرح باخبر ہیں۔ انہوں نے علوم وفنون کو تفصیل وتشریح عطا فرمائی اور نظم وضبط دیا، وہ دلائل و براہین کو ترتیب و تدریج کے ساتھ بیان کرتے ہیں، وہ بڑی خوبی سے مضمون پھیلاتے ہیں، پھر سمیٹتے چلے جاتے ہیں اور کمالِ مہارت سے دریا کو کوزے میں بند کر دیتے ہیں، اُن کے ہاں جامعیّت، صحت اور دیانت داری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہیں، اُن کی فقہی تنقیدات بھی اعلیٰ درجہ کی تحقیقات ہیں، وہ جب فیصلہ کر لیتے ہیں تو پیچھے نہیں ہٹتے، علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم امام احمد رضا کی علمیّت وفقاہت اور قوتِ فیصلہ پر اظہارِ خیال فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

''ہندوستان کے دورِ آخر میں ان جیسا طباّع اور ذہین فقیہہ پیدا نہیں ہوا، میں نے اُن کے فتاویٰ سے یہ رائے قائم کی ہے اور اُن کے فتاویٰ اُن کی ذہانت، فطانت اور جودتِ طبع، کمالِ فقاہت اور علومِ دینیہ میں تبحّرِ علمی کے شاہدِ عادل ہیں، مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے، یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور وفکر کے بعد کرتے تھے۔''[1]

۳

فنِ فتویٰ نویسی میں امام احمد رضا کا جواب نہ تھا، اُن کا سلسلۂ حدیث حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی اور حضرت شیخ عبدالحق دہلوی سے منسلک ہے، انہوں نے فقہ میں سند شیخ عبد الرحمن حنفی مکی سے حاصل کی جن کا سلسلہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، امام احمد رضا نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء کو فتویٰ نویسی کا آغاز کیا اور ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء کو فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت مل گئی۔ پھر جب ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء میں ان کے والدِ ماجد علامہ مولانا محمد نقی علی خان کا وصال ہوا تو امام احمد رضا مستقل طور پر مسندِ افتاء پر فائز ہو گئے، مجموعی طور پر ۵۴ سال امام احمد رضا نے فتوے لکھے، اُن کی سُرعتِ تحریر کا عالم یہ تھا کہ مسّودات کو چار نقل کرنے والے بیک وقت نقل کرتے جاتے، یہ فارغ بھی نہ ہوتے کہ پانچواں صفحہ تیار ہو جاتا، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زندگی میں کتنا کچھ لکھا ہوگا، امام

[1] ڈاکٹر عابد احمد علی مرحوم' تحریر محررہ یکم اگست ۱۹۶۸ء (شریک مجلسِ اقبال)

احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں ساری دُنیا سے استفتاء اس قدر آتے تے کہ کسی مفتی کے پاس اتنی تعداد میں فتوے آتے نہ سُنے، ایک وقت میں پانچ پانچ سو اِستفتاء جمع ہو جایا کرتے، خود امام احمد رضا تحریر فرماتے ہیں:۔

''فقیر کے یہاں علاوہ دیگر مشاغلِ کثیرہ دینیّہ کے کارِفتویٰ اس درجے وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ شہر و دیگر بلاد و امصار جُملہ اقطار ہندوستان، بنگال و پنجاب وملیبار، برما و ارکان وچین ع غزنی و امریکہ و افریقہ حتیٰ کہ سرکار حرمین محترمین سے استفتاء آتے ہیں اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے ہیں''[1]

امام احمد رضا کے مجموعہ فتاویٰ کی بارہ جلدیں یادگار ہیں۔ بقول مولانا افتخار احمد قادری (رکن المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ، بھارت) فتاویٰ رضویہ کی پانچ جلدیں مبارک پور سے شائع ہو چکی ہیں۔ چھٹی جلد کتابت ہو رہی ہے، ساتویں اور آٹھویں دارالاشاعت، مبارک میں محفوظ ہیں، اس کے بعد کی مزید چار جلدیں بریلی میں محفوظ ہیں۔[2]

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مجموعہ فتاویٰ کی فقہی اور دینی اہمیّت تو مسلّم ہے۔ لیکن دوسری کئی حیثیّات سے بھی اہم ہے، تاریخی، سیاسی، علمی، لسانی، ادبی، عمرانیاتی، اقتصادی، معاشرتی، سوانحی وغیرہ وغیرہ، فتاویٰ رضویہ اپنے دامن میں بہت سے علوم وفنون کو سمیٹے ہوئے ہے، امام احمد رضا کے فتاویٰ عربی، فارسی، اُردو میں ہیں اور ہر زبان میں ایسی پیاری تحریر گویا یہ اُن کی مادری زبانیں ہیں، بعض فتوئے انگریزی زبان میں ترجمہ کیے گئے ہیں۔ کیونکہ مستفتی جس زبان میں سوال کرتا تھا اُس کو اُسی زبان میں جواب بھیجا جاتا تھا، انگریزی زبان میں ایک استفتاء ۱۹۰۸ء کو محمد قادر غنی نے رنگون (برما) سے بھیجا تھا، جس کا جواب ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء کو ارسال کیا گیا ہے۔ اس کا عکس معارفِ رضا (کراچی، ۱۹۸۲ء) میں شامل ہے، امام احمد رضا اس کا لحاظ تو رکھتے ہی تھے کہ جس زبان میں استفتاء منثور آتا تو جواب منثور دیا جاتا اور منظوم استفتاء آتا تو جواب منثور دیا جاتا، فتاویٰ رضویہ میں منظوم فتوے بھی ہیں۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فقہی تحقیقات اور فاضلانہ فتوے نے بہت سے علماء کو مفتی بنا دیا۔ مخالف وموافق سب اُن کے فتووں سے استفادہ کرتے ہیں، بعض اُن کا حوالہ دیتے ہیں اور بعض یہ تکلیف گوارہ نہیں کرتے اور امام احمد رضا کی تحقیقات کو اپنے حساب میں لگا لیتے ہیں۔ بہرکیف امام احمد رضا اجر وثواب سے محروم نہیں رہتے۔

---

[1] احمد رضا خاں: العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، ج ۴، ص ۱۴۹

[2] مکتوب محررہ ۲۵ اپریل ۱۹۷۹ء از مبارک پور بنام راقم الحروف

امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ علیہ کے مجموعہ فتاویٰ العطایا النبویّۃ فی فتاویٰ الرضویہ کو قانون کے ماہرین نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے چنانچہ ہندوستان کے مشہور قانون داں اور بمبئی ہائی کورٹ کے جج پروفیسر ڈی ایف ملاّ نے امام احمد رضا کے فتاویٰ رضوِیہ اور فتاویٰ عالم گیریہ کو فقہ اسلامی کا شاہکار قرار دیا ہے۔[1]

اور پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد (استاد شعبہء علومِ اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی، کراچی لکھتے ہیں:

''فِقہ کے میدان میں آپ کے فتاویٰ فقہ اسلامی کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہیں جو آپ کو مجتہد کے درجہ پر فائز کرنے کے لئے کافی ہیں۔''[2]

ہندوستان کا مشہور عالم شہرت یافتہ علمی مجلہ معارف (اعظم گڑھ) فتاوی رضویہ اور امام احمد رضا پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر اُن کی نظر وسیع و گہری تھی۔ مولانا جس دقتِ نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جواب تحریر فرماتے ہیں اس سے اُن کی جامعیّت، علمی بصیرت، فقہی جزرسی، استحضار، ذہانت، طبّاعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے، اُن کے عالمانہ اور محققانہ فتاویٰ مخالف و موافق ہر طبقے کے مطالعہ کے لائق ہیں۔''[3]

شیخ ابو الفتاح ابو عدّہ (پروفیسر الشریعیۃ محمد بن سعود یونیورسٹی۔ ریاض) نے فتاویٰ رضویہ کا صرف ایک عربی فتویٰ مطالعہ کیا تو وہ حیران رہ گئے، خود فرماتے ہیں:

''عبارت کی روانی اور کتاب وسنّت و احوالِ سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران ہو گیا اور ششدر رہ گیا اور اس ایک فتوے کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ شخص کوئی عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہہ ہے۔''[4] (ترجمہ عربی)

مشہور محقق و قلمکار اور امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ علیہ کے معاصر، مولانا وحید احمد مسعود بدایونی نے بڑی دل لگتی بات فرمائی ہے وہ لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ علیہ کا علم نافع و اُن کی فقاہت پر منتہی تھا، اسی سے انہیں

---

[1] مکتوب علامہ نور احمد قادری از سفارت خانہ انڈونیشیا، اسلام آباد، مورخہ ۷ جنوری ۱۹۸۱ء

[2] سیّد ریاست علی قادری: معارفِ رضا، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء۔ ص ۴۳

[3] معارف (اعظم گڑھ، یوپی، بھارت) شمارہ ستمبر ۱۹۴۹ء ص ۴۳، ۴۴

[4] محمد یٰسین الاعظمی: امام احمد رضا اربابِ علم و دانش کی نظر میں، مطبوعہ الہٰ آباد ۱۹۷۷ء، ص ۱۹۴

مقبولیّت حاصل ہوئی اوراسی سے اُن کا نام زندہ ہے۔"[1]

یہ فضلا وہ ہیں، جو دل کی آواز پر لبیک کہتے ہیں، جو نفس کے اشاروں پر نہیں چلتے، جو روزِ روشن میں آنکھیں بند نہیں رکھتے، وہی کہتے ہیں جو اُن کا دل کہتا ہے، عالمِ اسلام کے موافق و مخالف فضلا و دانشوروں نے جن جن القاب وآداب سے نوازا اور اُن کے علم وفضل پر جو جو اظہارِ خیال کیا اُس کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے، اِن حضرات کے تاثرات پر مشتمل پاکستان اور ہندوستان سے اب تک چھ مجموعے شائع ہو چکے ہیں اور مزید شائع ہونے والے ہیں۔[2]

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مستفتیوں میں علماء وفضلاء کے علاوہ پاک و ہند کی عدالت ہائے عالیہ کے جج بھی شامل ہیں اور کلیات و جامعات کے پروفیسر بھی، جسٹس محمد دین مرحوم (چیف کورٹ بہاول پور) جب ایک مقدمہ کا فیصلہ نہ کر سکے، مفتیوں سے آٹھ فتوے لیے پھر بھی وہ مطمئن نہ ہو سکے تو انہوں نے ہدایت کی کہ پورا مقدمہ متعلقہ فتووں کی نقول کے ساتھ امام احمد رضا کی خدمت میں پیش کیا جائے اور ان سے درخواست کی جائے کہ:۔"ان تمام فتاویٰ کو ملاحظہ فرما دیں اور ان سوالاتِ حل طلب کے متعلق اپنی رائے کا مع استناد جواب تحریر فرما کر بہت جلد مرحمت فرما دیں، مقدمہ چونکہ عرصے سے دائر ہے اس لئے نتیجہ کے بھجوانے کے استدعا کی جاتی ہے کہ بہت جلدی عدالت ہذا میں بھجوا دیا جاوے۔"[3]

(۱۹۱۳ء) اسی طرح اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر ریاضی اور پرنسپل مولوی حاکم علی مرحوم، امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے، سائنسیؔ، علمیؔ اور سیاسیؔ موضوعات پر گفتگو فرماتے اور فتوے لیتے تھے، تحریکِ ترکِ موالات (۱۹۲۱ء) کے زمانے میں انہوں نے امام احمد رضا سے جو فتویٰ لیا (اور جو علاّمہ اقبال کی نظر سے بھی گزرا) مشہور و معروف ہے۔[4]

اس فتویٰ نے تحریکِ ترکِ موالات کے حامیوں کی اصلاح کی اور اُن کو (مسلمانوں کو) تباہی سے بچایا۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فنِ فتویٰ نویسی میں جن کی تربیت فرمائی وہ بھی اپنے عروج کو پہنچے، ان میں قابلِ ذکر یہ حضرات ہیں:۔ مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان، مولانا امجد علی اعظمی، مولانا سید شاہ غلام بہاری، مولانا محمد ظفر الدین بہاری، حکیم سیّد عزیز غوث اور مولانا

---

[1] محمد مرید احمد: جہانِ رضا۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۱۶۲

[2] احمد رضا خان: فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ بریلی ۱۴۰۲ھ، ج ۱۱، ص ۱۹۶

[3] محمد مرید احمد: جہانِ رضا۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۱۶۲

[4] پروفیسر محمد صدیق: پروفیسر مولوی حاکم علی، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء، ص ۱۱۴، ۱۳۳

نواب مرزا وغیرہ۔ مولانا مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام احمد رضا کے چھوٹے صاحبزادے تھے، فنِ فتویٰ نویسی میں اپنی مثال آپ تھے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولانا امجد علی اعظمی اور آپ کو منصبِ افتاء وقضا پر مامور فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا۔

''ان دونوں کو نہ صرف مفتی بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضی مقرر کرتا ہوں کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک قاضی اسلام کی ہوتی ہے۔''[1]

علّامہ مصطفیٰ رضا خان کا مجموعہ فتاویٰ، فتاویٰ مصطفویہ کے نام سے ۱۹۸۴ء میں ادارہ تصنیفاتِ امام رضا (کراچی) نے شائع کر دیا ہے۔ اس سے قبل ہندوستان سے بھی یہ شائع ہو چکا ہے۔ مولانا امجد علی اعظمی، امام احمد رضا کو دنیا بھر سے آنے والے استفتاء سنایا کرتے تھے اور امام احمد رضا جواب میں جو ارشاد فرماتے وہ املاء کرتے جاتے، طبیعت اخّاذ تھی۔ طرز سے واقف ہو گئے اور فتوے لکھتے رہے، فقہ میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔ بہارِ شریعت ان کی مشہور تصنیف ہے۔ اِن کا مجموعہ فتاویٰ، فتاویٰ امجدیہ ہندوستان سے شائع ہو چکا ہے، مولانا ظفر الدین بہاری بھی فقہ و حدیث میں بہت بلند مقام کے مالک تھے، فن حدیث میں اُن کی تالیف صحیح البہاری قابلِ ذکر ہے۔

امام احمد رضا کے پر پوتے علّامہ محمد اختر رضا خان (ابن علامہّ محمد ابراہیم رضا خان ابن علامہ محمد حامد رضا خان ابن امام احمد رضا خان) آجکل بریلی میں منصبِ افتاء پر فائز ہیں۔ وہ جامعہ ازہر (قاہرہ۔مصر) کے فارغ ہیں، بے تکان عربی لکھتے ہیں اور علمِ فقہ وحدیث میں مہارت رکھتے ہیں جس کا اندازہ ان کے مطبوعہ فتوؤں سے ہوتا ہے۔

۵

فتاویٰ کے علاوہ امام احمد رضا کی دیگر کتب وتصانیف خاص اہمیت رکھتی ہیں، جن کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے۔ اِن کی کتب وتصانیف میں شروح وحواشی اہلِ علم کی توجہ کے مستحق ہیں۔ امام احمد رضا کے ایک جلیل القدر معاصرہ مولانا ہدایت رسول لکھنوی (م ۱۹۱۵ء) امام احمد رضا کے حواشی پر تبصری کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

''اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حواشی خود اُن کے افاضات وافادات ہوتے ہیں۔''[2]

خانقاہ مجدّدیہ مظہریہ دہلی کے سجّادہ نشین علامہ ابو الحسن زید فاروقی الازہری دسمبر ۱۹۸۳ء میں پاکستان تشریف لائے۔ کراچی میں ایک ملاقات میں اثنائے گفتگو راقم سے

---

[1] امجد علی اعظمی: فتاویٰ: فتاویٰ امجدیہ، مطبوعہ الہٰ آباد ۱۹۷۹ء

[2] ظفر الدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ج۔ ا، ص ۱۳۸

فرمایا کہ وہ حیدر آباد دکن تشریف لے گے، وہاں امام احمد رضا کے ردّ المحتار پر عربی حاشیہ جَدّ الممتار کے چند اوراق[۱] دیکھے تو حیران رہ گیا۔ جہاں صاحبِ ردّ المحتار ایک دو کتابوں کا ذکر کرتے ہیں وہاں مولانا احمد رضا خان آٹھ دس کتابوں کے حوالے دے ڈالتے ہیں۔شاہ اولاد رسول مارہروی (م ۱۳۷۲ھ) اسی حاشیے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔اعلیٰ حضرت کو میں ابن عابدین شامی پر فوقیت دیتا ہوں کیونکہ جو جامعیّت ''اعلیٰ حضرت کے ہاں ہے وہ ابنِ عابدین شامی کے ہاں نہیں۔''[۲]

سراج الفقہا مولانا سراج احمد (مفتی سراج العلوم، خانپور) امام احمد رضا کے معاصرین میں تھے، اُن کے اساتذہ نے اُن کو باور کرایا تھا کہ امام احمد رضا کو علم و تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں، اُن کی کتابیں پڑھنا بے سود ہے لیکن جب سراج الفقہا منصب افتاء پر فائز ہوئے اور میراث کے ایک مسلئے میں اُن کو اُلجھن پیش آئی تو مجبوراً انہوں نے امام احمد رضا سے رجوع کیا، امام احمد رضا نے ایسا تشفی بخش جواب عنایت فرمایا کہ سراج الفقہا حیران رہ گئے اور امام احمد رضا کی علمی عظمت کا نقش اُن کے دل پر مرتسم ہو گیا، انہیں ایام میں ان کی ملاقات ایک غیر مقلد عالم مولانا نظام الدین (احمد پور) سے ہو گئی جو اُن کے مخلصین میں تھے۔سراج الفقہا نے امام احمد رضا کا رسالہ الفضل الموہبی اُن کو دکھایا، تو وہ حیران رہ گئے اور عالمِ حیرت میں فرمایا:۔''یہ سب منازل فہمِ حدیث مولانا کو حاصل تھے؟، افسوس کہ میں اُن کے زمانے میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا،، علاّمہ شامی اور صاحب فتح القدیر، مولانا کے شاگرد ہیں، یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں۔[۳]

۶

امام احمد رضا کا تحقیقی معیار بہت بلند تھا، اپنی تصنیف حُجب العوار (مطبوعہ لاہور) انہوں نے ماخذ اور اس کے متن پر علمی بحث کی ہے۔[۴]

---

[۱] جَدّ الممتار (جلد اوّل) ۱۹۸۲ء میں حیدر آباد دکن سے چھپ کر المجمع الاسلامی، مبارکپور سے شائع ہوگئی ہے۔ اس میں مولانا افتخار احمد قادری (رکن المجمع الاسلامی) نے امام احمد رضا پر ایک دقیع مقالہ قلم بند کیا ہے (ص۔ ۲۴۔۴۹)

[۲] بروایت علاّمہ حسن میاں ماہروی سجادہ نشین خانقاہ مارہرہ شریف مسعودؔ

[۳] المیزان (بمبئی) شمارہ مارچ ۱۹۷۶ء۔ص ۱۸۵۔۱۸۶

[۴] راقم نے اپنے مقالہ حیات امام اہل سنت (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ءص ۳۸۔۴۱) میں اس بحث کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ حیات امام اہل سنت کا ایک ایڈیشن کراچی سے شائع ہوا ہے اور ایک ایڈیشن مبارکپور (بھارت) سے۔مسعودؔ

اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کیسے بلند پایہ محقق تھے۔ برکلے یونیورسٹی (امریکہ) کے شعبہ تاریخ کی فاضلہ ڈاکٹر باربرا۔ ڈی۔ مٹکاف اپنی کتاب میں لکھتی ہیں:

''احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگارشات کا انداز مدلّل تھا جس میں بے شمار حوالوں کے ڈھیر ہوتے تھے جس سے اُن کی علمی اور عقلی فضیلت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اُن کے مخالفین کی کوتاہیوں کا علم بھی ہوتا ہے۔''[1] (انگریزی ترجمہ)

ڈاکٹر محی الدین الوائی جو پہلے جامعہ ازہر (قاہرہ۔مصر) میں تھے اور اب مدینہ یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں اور مسلکاً اہل حدیث ہیں لیکن حق پسند اور حق گو ہیں۔ وہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جن علمائے ہند نے مروجہ علومِ عربیّہ و دینیّہ کی خدمت میں اعلیٰ قسم کا حصّہ لیا ہے ان میں مولانا احمد رضا خان صاحب کا نام سرفہرست نظر آتا ہے، علومِ عربیہ اسلامیہ کو آراستہ کرنے میں آپ کا بہترین ریکارڈ ہے''[2]

امام احمد رضا کی فقہی اور دینی خدمات پر کام ہو رہا ہے۔ چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر محمد حنیف اختر فاطمی (صدر شعبہ سائبر نکٹس، لندن یونیورسٹی، انگلستان) نے امام احمد رضا کی تین فقہی اور دینی تصانیف کو سامنے رکھ کر انگریزی میں تین مقالات تحریر فرمائے ہیں:

(۱) اسلام کا تصّورِ علم (۲) اسلام کا تصّورِ جہل (۳) اسلام کا تصّورِ دولت

پہلا مقالہ لاہور سے چھپ کر مجلسِ رضا، مانچسٹر (انگلستان) کی جانب سے ۱۹۸۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔ پروفیسر محمد حنیف اختر صاحب نے کئی سال ہوئے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کو انگریزی میں منتقل کیا تھا، جو لاہور سے چھپ چکا ہے۔ کنز الایمان کو پروفیسر شاہ فرید الحق (کراچی) اور آل رسول حسنین صاحب (مارہرہ شریف) انگریزی میں منتقل کر رہے ہیں۔ اوّل الذکر کا ترجمہ مکتبہ رضویہ نے کراچی سے شائع کر دیا ہے۔ پروفیسر جی ڈی قریشی (نیو کاسل یونیورسٹی، انگلستان) نے امام احمد رضا کی قابلِ مطالعہ تصنیف تمہیدِ ایمان کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو عنقریب مجلسِ رضا مانچسٹر کی طرف سے شائع ہو جائے گا۔[3]

پروفیسر ڈاکٹر جے ایم۔ ایس بلیان (شعبہء اسلامیات، لیڈن یونیورسٹی، ہالینڈ) بھی

---

[1] باربرا مٹکاف: مسلم ریلیجئن لیڈرشپ اِن انڈیا، برکلے، ۱۹۷۴ء

[2] صوت الشرق (قاہرہ) شمارہ فروری ۱۹۷۰ء ص ۱۶

[3] تمہیدِ ایمان کا انگریزی ترجمہ کراچی سے ستمبر ۱۹۸۸ء میں شائع ہو گیا ہے۔

مجموعہ ہائے فتاویٰ کے تقابلی مطالعہ کے سلسلے میں امام احمد رضا کا فتاویٰ رضویہ مطالعہ کر رہے ہیں اور نہایت ہی متاثر ہیں۔ امام احمد رضا کے فکر کا ہر گوشہ تحقیق و تدقیق کا متقضی اور ایک الگ مقالے کا محتاج ہے، راقم کو امام احمد رضا پر تحقیق کرتے چودہ ۱۴ سال گزر چکے ہیں مگر ایسا محسوس ہوتا ہے ابھی ساحلِ سمندر تک بھی رسائی نہ ہوسکی، شناوری اور غوّاصی تو بہت دُور کی بات ہے، امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیّت بزبانِ حال یہ کہتی معلوم ہوتی ہے۔ دلِ ہر قطرہ ہے سازِ انا البحر ہم اُس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا! ہندوستان کے مشہور محقق و فاضل علامہ شبیر احمد غوری (جن کے علمی مقالات سالہا سال سے علمی مجلّات کی زینت بن رہے ہیں) فلسفہء جدید و قدیمہ پر امام احمد رضا کی تصنیف الکلمہ الملہمہ پر اپنے مقالے ''عہدِ حاضر کا تہافتہ الفلاسفہ''[1] میں تبصرہ کرتے ہوئے امام احمد رضا کو امام غزالی کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں اور یہ دل لگتی بات فرماتے ہیں:۔

''مجدّد مائتہ حاضرہ جیسے نادرہ روزگار کی عبقریّت کی کما حقہ، تصویر کشی کے لئے جن جامع منقول و معقول فضلاء کی کاوش و تحقیق درکار ہے، وہ نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔''[2]

بلاشبہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایوانِ علم و دانش ایک ایسا حیرت کدہ ہے، جہاں زمانے کے بڑے بڑے دانشور گُم ہوتے نظر آتے ہیں۔ آخر میں ہم اس مقالے کو لائڈن یونیورسٹی، ہالینڈ کے شعبہء علوم اسلامیہ کے فاضل و محقق پروفیسر ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس۔ بلیان کے تاثرات پر ختم کرتے ہیں جس کا اظہار انہوں نے بعض خطوط میں کیا ہے۔

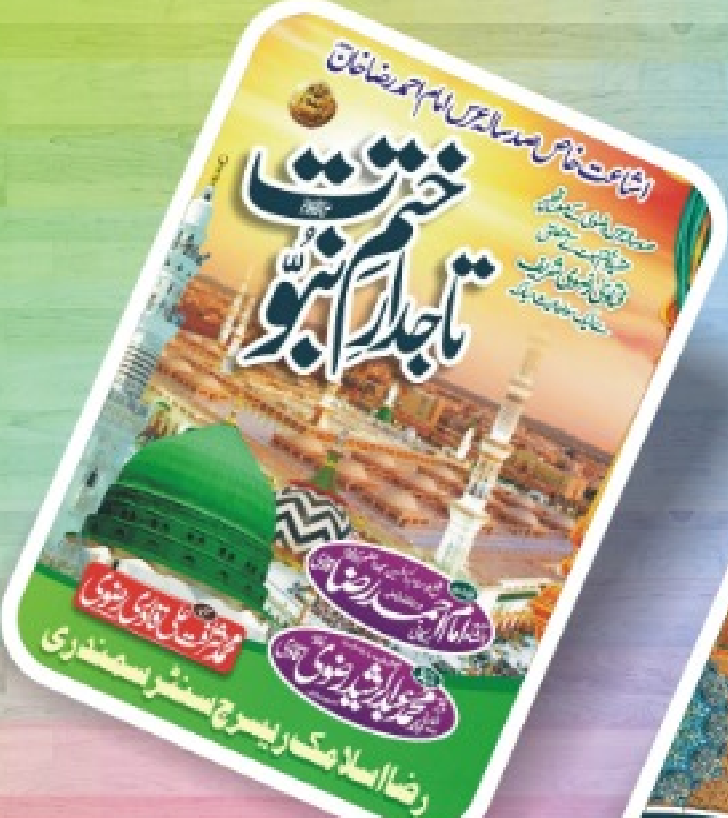
۱۔ احمد رضا خاں کی تصانیف کو میں جتنا پڑھتا جاتا ہوں اُتنا ہی اُن کی وسعتِ مطالعہ سے متاثر ہوتا جاتا ہوں۔ وہ اپنے موضوعات سے واقف ہیں اور ایک اچھے ماہر تعلیم کی طرح اپنے عوام کو بھی جانتے ہیں۔ بالخصوص وہ اُن کی ضروریات اور احتیاجات سے بھی اچھی طرح با خبر ہیں اور اس واضح شرط کے ساتھ اُن کو بہت سے رسم و رواج کی اجازت دیتے ہیں کہ اُن کی نیّت صالح ہونی چاہیئے۔ (ترجمہ مکتوب محررہ ۹ جنوری ۱۹۸۰ء از لائڈن، ہالینڈ)

۲۔ جہاں تک احمد رضا خاں کا تعلق ہے میں فقہ اسلامی میں اُن کی وسعتِ علم سے بہت ہی متاثر ہوا ہوں، اُن کے افکار و خیالات بالعموم بہت ہی متوازن ہوتے ہیں حتیٰ کہ ایک غیر بریلوی کے لئے بھی قابلِ فہم ہوتے ہیں۔
(ترجمہ مکتوب محررہ ۱۱ جون ۱۹۸۰ء از لائڈن، ہالینڈ)

---

[1] معارف رضا مطبوعہ کراچی
[2]

ادارہ کی دیگر کتب









رضا اسلامک ریسرچ سنٹر سمندری